

شیرز کی جدید تجارتی صورتوں کا قبضہ کے تناظر میں جائزہ

محمد معاز*

فقہی لحاظ سے یہ بات مسلم ہے کہ کسی چیز کو خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے (۱) اور زیر نظر تحریر میں اسی مسلم اصول کی روشنی میں شیرز کی خرید و فروخت کی مختلف صورتوں کے جواز اور عدم جواز کی حیثیت متعین کرنا مقصود ہے لیکن شیرز کی خرید و فروخت کی جدید تجارتی صورتوں کے بارے میں بحث کرنے سے پہلے شیرز (حصص) اور اسٹاک مارکیٹ (بازار حصص) کی بنیادی تفصیلات کا معلوم ہونا بھی لازمی ہے اسلئے ابتداء میں کمپنی، شیرز اور اسٹاک مارکیٹ کی ضروری معلومات تذکرہ کرنے کے بعد شیرز کی جدید تجارتی صورتوں کا قبضہ کے تناظر میں جائزہ لیا جائے گا۔

کمپنی کی اقسام اور ان کا تعارف:
کمپنی کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ پرائیویٹ کمپنی، جسے عربی میں شرکت خاصہ کہتے ہیں، یہ بھی ایک شخص قانونی ہوتی ہے مگر اس کے شرکاء کی تعداد محدود ہوتی ہے اور اس کمپنی کی قسم میں سرمائے کے حصص جاری نہیں کیے جاتے، اس لیے اس کا اسٹاک ایکسچینج کے ساتھ حصص کی فروخت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، البتہ قانونی طور پر پرائیویٹ کمپنی کے ساتھ پرائیویٹ لکھنا ضروری ہوتا ہے۔

۲۔ پبلک کمپنی، جسے عربی میں شرکت عامہ کہتے ہیں اور عموماً اس کے ساتھ لیٹڈ کا لفظ بھی ہوتا ہے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب سترہویں صدی کے آغاز میں یورپ میں صنعتی انقلاب رونما ہوا تو بڑے بڑے کارخانے وغیرہ کے قائم کرنے کے لئے عظیم سرمایہ کی ضرورت پڑنے لگی، جس کو کوئی شخص اکیلا یا چند افراد مل کر فراہم نہیں کر سکتے تھے، تو اس وقت عام لوگوں کی منتشر بچتیں یکجا کر کے ان سے اجتماعی فائدہ اٹھانے کے لئے کمپنی کا نظام رائج ہوا۔

چونکہ پبلک لیٹڈ کمپنی کا تعلق عوام کے سرمائے سے ہوتا ہے، اسلئے حکومت اس طرح کی کمپنی کی تشکیل کے لئے باقاعدہ اہتمام کرتی ہے۔ کمپنی پہلے ایک رپورٹ تیار کرتی ہے جس میں کاروبار کے چلنے کے امکانات، وسائل، درکار سرمایہ اور امکانی نفع وغیرہ جیسے امور ذکر ہوتے ہیں۔ اسے فزبلیٹی رپورٹ کہتے ہیں۔ کمپنی کا اجمالی ڈھانچہ تیار ہوتا ہے۔ انتظامی قواعد و ضوابط لکھے جاتے ہیں۔ کارپوریٹ لاء اتھارٹی کو ان مذکورہ بالا چیزوں سمیت ایک درخواست دی جاتی ہے۔ درخواست منظور ہونے پر کمپنی کی ایک مستقل حیثیت بن جاتی ہے۔ اسی کو شخص قانونی یا فرضی شخص کہتے ہیں۔ اب لوگوں کو کمپنی میں حصہ دار بننے کی دعوت دینے کے لئے ایک تعارفی کتابچہ شائع کیا جاتا ہے۔

* خطیب کم ریسرچ آفیسر، جامع مسجد، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

حکومت جب کمپنی کو اجازت دیتی ہے تو سرمائے کی تحدید کرتی ہے کہ اتنے سرمائے کے حصے جاری کئے جا سکتے ہیں یا اتنے سرمائے میں لوگوں کو شرکت کی دعوت دی جا سکتی ہے اس کو ”منظور شدہ سرمایہ“ کہتے ہیں۔ اس میں سے سرمائے کی کچھ مقدار مقرر کر دی جاتی ہے جو کمپنی جاری کرنے والوں کی طرف سے شامل کیا جائے گا اس کو سپانسرز کیپٹل کہتے ہیں۔ پھر حصص جاری کرنے کے بعد عوام یا کمپنی قائم کرنے والوں نے جتنے سرمائے کے حصص لینے کا وعدہ کیا، اس کو ”اشتراک شدہ سرمایہ“ کہا جاتا ہے۔ پھر جن لوگوں نے کمپنی میں اشتراک کر لیا ہو، اور سرمایہ کی ادائیگی ذمہ لے لی ہو، ان سے سرمایہ فوری طور پر یکمشت شامل کرنا ضروری نہیں ہوتا، کبھی تدریجاً بھی ادا کرتے رہتے ہیں، چنانچہ سرمائے کا جتنا حصہ ادا کر دیا گیا ہو، اس کو ”ادا شدہ سرمایہ“ کہتے ہیں۔ کمپنی جس سرمائے کے شیئرز جاری کر کے لوگوں کو حصے لینے کی دعوت دے، اس سرمائے کو ”جاری کردہ سرمایہ“ کہتے ہیں اور لوگ فارم پر کر کے جتنے سرمائے کے حصے خریدنے کا وعدہ کر لیں، اس کو ”اشتراک کردہ سرمایہ“ کہتے ہیں۔

مذکورہ کمپنی میں لمیٹڈ کے لفظ کا مطلب ذمہ داری (Liability) کا محدود ہونا ہے کیونکہ لمیٹڈ کمپنی کے حاملان حصص کی ذمہ داری ان کے لگائے ہوئے سرمائے کی حد تک محدود ہوتی ہے، یعنی اگر کمپنی خسارے میں گئی تو ان کا زیادہ سے زیادہ نقصان یہ ہوگا کہ ان کا لگایا ہوا سرمایہ ڈوب جائے گا۔ اگر کمپنی پر قرض زیادہ ہو گیا تو حاملان حصص سے ان کے لگائے ہوئے سرمائے سے زیادہ کا مطالبہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح کمپنی کی ذمہ داری بھی اس کے اثاثوں کی حد تک محدود ہوگی۔ قرضے ادا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ کمپنی کے اثاثے قرق کرائے جا سکتے ہیں اثاثوں سے زیادہ مطالبہ نہیں ہوگا، اسی لئے لمیٹڈ کمپنی کے ساتھ ”لمیٹڈ“ لکھنا ضروری ہے، تاکہ قرض دینے والا اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرض دے کہ اس مدیون کی ذمہ داری محدود ہوگی۔ (۲)

شرکت اور کمپنی میں نمایاں فرق

شرکت اور کمپنی میں درج ذیل اعتبار سے چند نمایاں فرق ہوتے ہیں۔

(۱) شرکت میں ہر شخص کا روبرو بار کے تمام اثاثوں کا مشاع طور پر مالک ہوتا ہے، ہر شریک دوسرے شریک کا وکیل ہوتا ہے، ہر شخص کی ذمہ داری یکساں ہوتی ہے، مثلاً کوئی دین واجب ہو تو تمام شرکاء سے برابر درجے میں مسؤلیت ہوگی، مگر کمپنی میں ایسا نہیں ہوتا۔ کمپنی ایک ”شخص قانونی“ ہے اس کا الگ وجود ہے اور حصہ داران کا الگ وجود ہے، حاملین حصص اس حد تک تو کمپنی کے اثاثوں میں شریک ہیں کہ اگر کمپنی تحلیل ہو اور اس کے اثاثے تقسیم ہوں تو ان کو متناسب حصے ملیں گے، لیکن کمپنی کی تحلیل سے پہلے قانون حامل حصص کا یہ حق تسلیم نہیں کرتا کہ وہ کمپنی کے اثاثوں میں نصرف کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی حامل حصص مدیون ہو اور اس کے اثاثے قرق کئے جائیں تو جو شیئرز اس کے ہاتھ میں ہیں وہ تو قرق ہوں گے، مگر اس کے شیئرز کے متناسب سے کمپنی کے اثاثوں میں سے اس کا جو حصہ بنتا ہے وہ

قرق نہیں ہوگا، اسلئے کہ قانوناً کمپنی کے اثاثوں پر اس کو تصرف کا حق نہیں ہے۔

(۲) شرکت میں کاروبار کی طرف سے کسی پر دعویٰ ہو یا کسی کی طرف سے کاروبار پر دعویٰ ہو، تو تمام شرکاء مدعی یا مدعی علیہ ہوں گے مگر کمپنی خود ایک شخص قانونی ہے، لہذا کمپنی خود ہی مدعی یا مدعی علیہ ہوگی، حاملین حصص (شیر ہولڈرز) نہیں ہوں گے۔ اس شخص قانونی کی نمائندگی عدالت میں انتظامیہ کا کوئی فرد کرے گا۔

(۳) شرکت کا الگ سے کوئی قانونی وجود نہیں ہوتا، کمپنی کا الگ سے قانونی وجود ہوتا ہے، جس کو "شخص قانونی" کہتے ہیں۔

(۴) شرکت میں کوئی شریک شرکت فسخ کر کے اپنا سرمایہ نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہے، مگر کمپنی میں سے اپنا سرمایہ نہیں نکالا جاسکتا، البتہ شیرز فروخت کئے جاسکتے ہیں۔

(۵) شرکت میں عموماً ذمہ داری کاروبار کے اثاثوں تک محدود نہیں ہوتی، کمپنی میں ذمہ داری محدود ہوتی ہے۔ (۳)

کمپنی کے حصص (شیرز) کا تعارف

حصص یعنی شیرز کا پس منظر یہ ہے کہ جب لوگ کسی پبلک کمپنی کو سرمایہ دے کر ان کے حصے خریدتے ہیں، تو کمپنی خریدار کو ایک سرٹیفکیٹ جاری کرتی ہے جو اس بات کی سند ہوتی ہے کہ اس خریدار کا کمپنی میں اتنا حصہ ہے۔ اس سرٹیفکیٹ کو اردو میں "حصہ" عربی میں "سهم" اور انگریزی میں Share کہتے ہیں، گویا کہ شیر کو شیر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ رسید حاصل کرنے والا اس کمپنی میں حصہ دار ہو جاتا ہے۔

پھر جب تک کمپنی سرمایہ کے ذریعے کاروبار شروع نہیں کرتی اور نہ ہی جامد اثاثے جیسے عمارت اور مشینری وغیرہ خریدتی ہے، اس وقت تک کمپنی کے مجموعی نقد سرمائے میں شیر ہولڈر کا تناسب حصہ ہوتا ہے لیکن جب کمپنی جامد اثاثے خرید لیتی ہے اور کاروبار بھی شروع کر دیتی ہے، تو عام طور پر کمپنی کا سرمایہ مختلف شکلوں میں ہوتا ہے، اس کے پاس جامد اثاثے بھی ہوتے ہیں اور نقد رقم بھی، تیار شدہ مصنوعات بھی ہوتی ہیں اور خام مال بھی، ایسی صورت میں شیر کمپنی میں موجود تمام اثاثوں میں تناسب ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، مثلاً ایک کمپنی کے تمام اثاثوں کی قیمت ایک کروڑ روپے ہے، اور کسی شخص کے پاس اس کمپنی کے پچاس ہزار روپے کے اثاثے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کمپنی کے 0.5% اثاثوں کا مالک ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) شیر دراصل کسی مشترکہ جائیداد جیسے کمپنی میں ایک مشاع (مشترک) حصے کا نام ہے، لیکن تجارتی

عرف کی وجہ سے بعد میں اس کا اطلاق اس کاغذ (سرٹیفکیٹ) پر کیا گیا، جو مشاع حصے کی نمائندگی کرتا ہے۔

(۲) اگر کمپنی کے پاس صرف نقد رقم ہو، تو جتنی مالیت کے شیرز ہوں گے، اس کمپنی کی اتنی رقم شیر

ہولڈر کی ملکیت میں ہوگی۔

(۳) اگر کمپنی کے اثاثے مختلف شکلوں میں ہوں، تو شیر ہولڈر کے لئے شیرزکی مالیت کے بقدر تمام اثاثوں میں مشاع (مشترک) طور پر ملکیت ثابت ہوتی ہے۔

شیرزکی قیمت اسمیہ (Face Value) کا مفہوم

کمپنی جتنے سرمائے سے کاروبار شروع کرنا چاہتی ہے، اس سرمائے کو اکائیوں (Units) میں تقسیم کر کے ایک اکائی (Unit) کو ایک شیر کا نام دیا جاتا ہے، جیسے آج کل عام طور پر دس دس روپے کے شیرز جاری کئے جاتے ہیں۔ یہ قیمت شیر کے اوپر لکھ دی جاتی ہے، گویا یہ وہ قیمت ہے جس کی ادائیگی پر سب سے پہلے ایک شیر جاری ہوا، اسے قیمت اسمیہ (Par value یا Face value) کہا جاتا ہے۔

۵۔ شیرز کی اقسام

شیرز کی مختلف قسمیں مختلف اعتبار سے ہیں، جن کی مختصر وضاحت درج ذیل ہے:

جاری کرنے کے اعتبار سے

شیرز جاری کرنے کے عام طور پر درج ذیل دو طریقے ہوتے ہیں:

۱۔ کبھی شیر پر حصہ دار کا نام درج ہوتا ہے، اس کو ”السهم المسجل“ کہتے ہیں

۲۔ کبھی شیر اس طرح جاری ہوتے ہیں کہ اس پر کسی کا نام درج نہیں ہوتا، جس کے قبضے میں وہ

شیر ہوگا وہی اس کا مالک سمجھا جائے گا۔ اس کو بیئر شیر اور عربی میں ”السهم لحامله“ کہتے ہیں۔

مذکورہ دونوں اقسام کے درمیان فرق

مذکورہ دونوں اقسام کے درمیان فرق ایسا ہے جیسے کہ اس چیک اور کیش چیک میں ہوتا ہے کہ پہلے میں

Payee کا نام لکھا ہوتا ہے اور صرف وہی اس چیک سے رقم نکلا سکتا ہے جبکہ کیش چیک جس کے ہاتھ میں بھی ہو وہ اس سے رقم نکلا سکتا ہے۔

حقوق کے اعتبار سے

شیرز کی ایک تقسیم شیر ہولڈر کے نفع و نقصان پر یا کمپنی کی پالیسی پر اثر انداز ہونے کے اعتبار ہوتی ہے۔

اس اعتبار سے بھی شیرز کی دو قسمیں ہیں: (۱) عام حصص (۲) ترجیحی حصص

اس تقسیم میں ترجیحی حصص والے کو عام حصص والے سے مختلف اعتبارات سے ترجیح (Preference)

دی جاتی ہے۔ مثلاً:

(الف) ترجیحی حصص کا نفع لگائے ہوئے سرمائے کی خاص شرح کے مطابق مقرر ہوتا ہے۔ پہلے ترجیحی حصص کے حاملین کا متعین حصہ ان تک پہنچایا جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر کچھ بچے تو عام حصص کے حاملین میں تقسیم کیا جاتا ہے، ورنہ وہ نفع سے محروم رہتے ہیں۔

(ب) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی سال کمپنی کو نفع نہ ہو تو بھی ترجیحی حصص والوں کا نفع محفوظ رکھا جاتا ہے۔ آئندہ سال اگر نفع ہو تو پہلے ان کو دیا جاتا ہے، اس کے بعد اگر کچھ بچے تو عام حصص والوں کو دیا جاتا ہے۔

(ج) کبھی ترجیح کی یہ صورت ہوتی ہے کہ ترجیحی حصص والوں کے نفع کی شرح (Rate) عام حصص والوں سے زیادہ زیادہ رکھی جاتی ہے۔

(د) کبھی ووٹ کے اعتبار سے ترجیح کا حق حاصل ہوتا ہے، مثلاً سالانہ عمومی اجلاس (AGM) میں کبھی ترجیحی حصص والوں کو زیادہ ووٹ کا حق ہوتا ہے اور عام حصص والوں کو کم ووٹ کا وغیرہ۔

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ ترجیحی حصص عام طور پر اس وقت جاری کئے جاتے ہیں جب کسی بڑی پارٹی سے زیادہ مقدار میں سرمایہ لینا مقصود ہو، وہ پارٹی اس بات پر آمادہ نہیں ہوتی کہ عام شیئر ہولڈر کی حیثیت سے رقم لگائے، اسلئے کہ اس میں نفع طے شدہ نہیں ہوتا اور وہ اس پر بھی آمادہ نہیں کہ کمپنی کو سودی قرض دے، اس لئے کہ قرض دہندہ ہونے کی وجہ سے وہ کمپنی کے کسی اثاثے کی مالک نہیں بنتی، جس کی وجہ سے وہ کمپنی کی پالیسی پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، اسلئے مجبوراً اس کو ترجیحی حصص جاری کئے جاتے ہیں تاکہ اس کو مقررہ نفع بھی ملے اور وہ کمپنی میں حصہ دار بھی ہو۔

حق حصص (Right Shares)

ترجیحی حصص کی ایک قسم ”حق حصص“ ہے۔ جب کبھی کمپنی مزید سرمایہ حاصل کرنے کے لئے مزید حصص جاری کرتی ہے، تو اکثر پرانے شیئر ہولڈرز کو ترجیحی حق دیا جاتا ہے اگر وہ نئے حصص لینا چاہیں تو لے لیں، ان کے حصص کو حق حصص کہا جاتا ہے، یہ حق، حق شفیعہ سے ملتا جلتا ہے، ان حصص کے ذریعے پرانے شیئر ہولڈرز کو دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) یہ حصص عام طور شیئر کی بازاری قیمت سے کچھ کم پر جاری کئے جاتے ہیں، اس طرح خریدنے والوں کو مالی نفع حاصل ہوتا ہے۔

(۲) مزید حصص جاری ہونے سے پرانے شیئر ہولڈرز کی کمپنی کے اثاثوں میں ملکیت کا تناسب کم ہو جاتا ہے، ان حصص کے خریدنے سے ان کی ملکیت کا تناسب وہی رہتا ہے۔ مثلاً ایک کمپنی کے اثاثوں کی کل مالیت ایک کروڑ روپے تھی، جس میں زید کے پاس ایک لاکھ روپے کے شیئر تھے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ زید کمپنی کے ایک فیصد اثاثوں کا مالک تھا، کمپنی نے مزید ایک کروڑ روپے کے حصص جاری کر دیئے۔ اب اگر مزید حصص نہ خریدے تو

کمپنی کے اثاثوں میں اس کی ملکیت کا تناسب آدھا فیصد رہ جائے گا، لہذا کمپنی نے اس حق دیا کہ وہ مزید ایک لاکھ روپے کے حصص خرید کر اپنی ملکیت کا تناسب ایک فیصد کر لے۔

بونس شیئرز (Bonus Shares)

وہ شیئر جو کمپنی شیئر ہولڈرز کو ان کے ثابت شدہ نفع کے بدلے دیتی ہے، یعنی جب کسی شیئر ہولڈر کا نفع مثلاً ایک ہزار روپے بن گیا تو کمپنی اسے نقد ایک ہزار روپے دینے کے بجائے اسے ایک ہزار روپے کے شیئرز دے دیتی ہے، جس سے اس کے اس المال (Capital) کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ شرعاً ایسا کرنے میں کوئی ممانعت نہیں۔

ضمان الاکتاب (Under Writing)

شیرز جاری کرتے وقت بعض مرتبہ ایک اندیشہ یہ بھی ہوتا ہے کہ شیرز خریدنے کے لئے درخواستیں کم وصول ہوں اور کچھ شیرز بکنے سے رہ جائیں، جس کے نتیجہ میں کمپنی کو مطلوبہ سرمایہ حاصل نہ ہو سکے، اس خطرے سے نمٹنے کیلئے کسی بینک یا مالیاتی ادارے سے اس بات کی ضمانت لی جاتی ہے کہ جو حصے لوگوں نے نہ لئے، وہ یہ بینک یا مالیاتی ادارہ لے لے گا، اس ضمانت کو (Under Writing) کہتے ہیں۔ ضمانت جاری کرنے والا ادارہ اس ضمانت پر کمپنی سے متعین شرح سے کمیشن ہر حال میں لیتا ہے خواہ بعد میں شیرز خریدنے پڑیں یا نہ خریدنے پڑیں، یہ ضمانت ایک بینک یا مالیاتی ادارہ بھی لے سکتا ہے اور تھوڑے تھوڑے سرمایہ پر کئی اداروں سے بھی لی جاسکتی ہے۔ (۴)

بازار حصص اور شیرز کی تجارت کی ضرورت و اہمیت

جب کوئی شخص کمپنی کے شیرز لے کر اس کا حصہ دار بن جائے تو اس کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی وقت وہ اپنی رقم واپس لے کر شرکت ختم کر سکے، بلکہ جب تک کمپنی وجود میں ہے، اس سے حصے کی رقم واپس نہیں لی جاسکتی، لیکن چونکہ بہت سے شرکاء یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنی شرکت ختم کر کے اپنے حصے کو نقد میں تبدیل کر لیں، اس لئے یہ ضمانت فراہم کرنا ضروری تھا کہ رقم لگانے کے بعد بوقت ضرورت اپنے شیرز کو نقد میں تبدیل کرنا ممکن ہو، اسکے لئے ”بازار حصص“ قائم کیا گیا، جس میں شیرز بیچے جاتے ہیں یعنی کمپنی کے حصہ دار اپنی شرکت ختم کر کے کمپنی سے تو اپنا سرمایہ واپس نہیں لے سکتے، لیکن بازار حصص میں وہ اپنا حصہ کسی اور کو بیچ سکتے ہیں جس کے نتیجے میں خریدار بیچنے والے کی جگہ کمپنی کا حصہ دار بن جاتا ہے جس جگہ شیرز کی خرید و فروخت ہوتی ہے اس کو ”بازار حصص“ (Stock Market) کہتے ہیں۔ بازار حصص میں صرف انہی کمپنیوں کے حصص فروخت کیے جاسکتے ہیں جس کی کوئی نہ کوئی ساکھ ہو اور وہ قابل اعتماد ہوں۔ بازار حصص میں جن کمپنیوں کے حصص کی خرید و فروخت ہوتی ہے، ان کو لسٹڈ کمپنیز (Listed Companies) کہتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں جن کمپنیوں کے حصص بازار حصص میں فروخت نہیں ہوتے، ان کو ان لسٹڈ کمپنیز (Unlisted Companies) کہتے ہیں۔ کسی کمپنی کی لسٹنگ کبھی تو کمپنی کے وجود میں

آنے کے فوراً بعد ہو جاتی ہے اور کبھی منظور ہو جانے کے بعد کاروبار شروع ہونے سے پہلے ان کی لسٹنگ (Listing) ہو جاتی ہے۔ (۵)

کیٹس (KATS) کا مفہوم

کیٹس (KATS) کا لفظ کراچی انٹرمیڈیٹ ریڈنگ سسٹم کا مخفف ہے، جو اسٹاک ایکسچینج کے تیار کردہ کمپیوٹر پروگرام کا نام ہے، اس پروگرام کے ذریعے اسٹاک ایکسچینج میں رجسٹرڈ کمپنیوں کے حصص کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔

این سی سی (NCC) کا مفہوم

این سی سی (NCC) نیشنل کلیئرنگ کمپنی کا مخفف ہے اور اسٹاک ایکسچینج میں KATS کے ذریعے ہونے والی خرید و فروخت کے تمام معاملات نیشنل کلیئرنگ کمپنی کے کمپیوٹر پروگرام میں آتے ہیں اور اس کے بعد اس میں یہ دیکھا جاتا ہے کس کو کتنے حصص دینے ہیں یا لینے ہیں، اور ساتھ ساتھ ان کی مالیت کا حساب کیا جاتا ہے کہ فلاں ممبر کو اتنے روپے ملیں گے اور دوسرے کو اتنے روپے دینے ہوں گے اور مالیت کا تعین کرنے کے لئے بینکوں کو یہ سسٹم دیا گیا ہے تاکہ وہ تمام ممبرز کا حساب مد نظر رکھتے ہوئے ان کے اکاؤنٹ سے رقم کم یا زیادہ کرتے ہیں۔

دراصل NCC کے کمپیوٹر پروگرام کے وجود سے پہلے کراچی اسٹاک ایکسچینج میں جو خرید و فروخت ہوتی تھی اس کو ایک مقررہ وقت کے بعد پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے سیٹلمنٹ یعنی تصفیہ ہوتا تھا، یہ سیٹلمنٹ کا کام اسٹاک ایکسچینج کا ایک ڈیپارٹمنٹ کلیئرنگ اینڈ سیٹلمنٹ کرتا تھا، اس طرح تینوں اسٹاک ایکسچینج (کراچی، لاہور اور اسلام آباد) کے اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹ الگ الگ انجام دے رہے تھے۔ سیٹلمنٹ کے اس کام کو مزید بہتر کرنے کے لئے گورنمنٹ اور تینوں اسٹاک ایکسچینجز کی خواہش پر جولائی 2001ء میں نیشنل کلیئرنگ کمپنی کا جو عمل میں آیا اور اس کمپنی کے ذریعے ایک کمپیوٹر پروگرام تیار کیا گیا جو کہ ممبرز اور مقررہ بینکوں کو فراہم کیا گیا۔ اس کمپیوٹر کا بنیادی مقصد تینوں اسٹاک ایکسچینجز کے کلیئرنگ اور سیٹلمنٹ کے کام کو یکجا کرنا اور کمپیوٹر کے ذریعے سیٹلمنٹ کا حساب کتاب رکھنا ہے۔ انہی وجوہات کی بناء پر یہ کمپنی تینوں اسٹاک ایکسچینجز کے اشتراک سے وجود میں آئی۔ نیشنل کلیئرنگ کمپنی نے اپنا کام دسمبر 2001ء میں شروع کیا۔ شروع میں صرف دو کمپنیوں کے حصص کی خرید و فروخت کا ریکارڈ رکھا جاتا تھا اس کے بعد بتدریج اس میں اضافہ ہوتا گیا اور ہو رہا ہے۔ اسٹاک ایکسچینج میں KATS کے ذریعے حصص کی جتنی خرید و فروخت ہوتی ہے، وہ سب نیشنل کلیئرنگ کمپنی کے بنائے ہوئے کمپیوٹر پروگرام میں آ جاتی ہے۔

سی ڈی سی (CDC) کا مفہوم

سی ڈی سی سینٹرل ڈیپازٹری کمپنی کا مخفف ہے، جس کے وجود میں آنے کی درج ذیل وجوہات تھیں:

۱۔ حصص کا ظاہر یعنی (کاغذی) شکل میں ہونا۔

- ۲۔ کاغذی شکل میں ہونے کی وجہ سے چوری اور آگ لگنے کا خطرہ۔
- ۳۔ کاغذی شکل میں ہونے کی وجہ سے جعلی حصص بننے کا خطرہ۔
- ۴۔ حصص کی منتقلی (ایک پارٹی سے دوسری پارٹی کے نام) کے لئے ایک طویل عرصہ کا درکار ہونا۔
- ۵۔ حصص کے بنڈل جمع ہو جانے کی وجہ سے ان کی دیکھ بھال کا مشکل ہونا۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بنیاد پر ملک کے بڑے بڑے اداروں کے اشتراک سے زیر بحث کمپنی وجود میں آئی، جس نے ایک کمپیوٹر پروگرام بنایا جس کا نام سینٹرل ڈیپازٹری سسٹم رکھا گیا، CDC اور اس کے بنائے ہوئے پروگرام کے بارے میں کچھ تفصیلات درج ذیل ہیں:

۱۔ مذکورہ کمپنی نے ایک کمپیوٹر پروگرام تیار کیا ہے، جس کا مقصد اسٹاک ایکسچینج میں KATS کے ذریعے خرید و فروخت ہونے والی کمپنیوں کے حصص اور پھر NCC کے کمپیوٹر پروگرام کے ذریعے سیٹلمنٹ ہونے کے بعد ان کے مالکان کا ریکارڈ رکھنا ہے تاکہ کسی بھی وقت یہ معلوم کیا جاسکے کہ کس کمپنی کے کتنے حصے دار ہیں، کتنی مقدار میں کسی کمپنی کے ان کے پاس حصص موجود ہیں۔

۲۔ کمپنی نے پروگرام بنانے کے بعد تمام ممبرز اور دیگر اداروں کی تفصیل کا اندراج اس پروگرام میں کیا۔ وقتاً فوقتاً حصص کی تمام کمپنیوں، جن کے حصص کی خرید و فروخت اسٹاک ایکسچینج میں ہوتی ہے، ان کا اندراج بھی اس پروگرام میں عمل میں آیا۔ اس طرح اسٹاک ایکسچینج میں حصص کی خرید و فروخت ہونے والی تقریباً ساری ہی کمپنیوں کا اندراج اس پروگرام میں ہو گیا ہے۔ اس کے بعد ممبرز اور دیگر ادارے جس میں بینک، انشورنس کمپنیاں، لیزنگ کمپنیاں شامل ہیں ان کو ایک متعین کردہ فیس کے تحت یہ کمپیوٹر پروگرام فراہم کیا گیا۔

۳۔ تمام ممبرز حضرات نے اپنے اور اپنے گاہکوں کے حصص اس پروگرام میں درج ذیل طریقے کے تحت جمع کروائے ہیں۔ ہر ممبر نے اس پروگرام میں اپنے اور اپنے گاہکوں کے نام کے اکاؤنٹ کھولے ہیں۔ گاہک اور ممبرز کے ذاتی جتنے بھی حصص کاغذی شکل میں تھے ان کو ممبر نے اس کمپیوٹر پروگرام کے ذریعے اپنے اور اپنے گاہکوں کے بنائے ہوئے اکاؤنٹ میں جمع کر دیا ہے۔ اس سے ان کے حصص کی کاغذی شکل ختم ہو گئی اور تمام حصص کمپیوٹر میں داخل ہو گئے۔ اب ممبر اپنا ذاتی اور اپنے گاہک کا جو بھی کام، لین دین یا KATS کے ذریعے خرید و فروخت جو اسٹاک ایکسچینج میں کرتا ہے اسے ممبر بذات خود یا NCC کے کمپیوٹر ان حصص کو اس گاہک کے CDC اکاؤنٹ میں سے نکال یا ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح سے اسٹاک ایکسچینج میں ہونے والی کسی بھی ایک سودے کی تکمیل کیلئے CDC کا کمپیوٹر پروگرام بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ بالآخر حصص تو اس پروگرام میں ہی ہیں جن کو اسٹاک میں خریدا گیا یا بیجا گیا۔

۴۔ مزید اس کمپیوٹر پروگرام کے ذریعے کوئی ممبر یا گاہک اپنے ذاتی حصص گرومی رکھوا کر کسی بینک یا کسی ادارے سے پیسے بھی ادھار لے سکتا ہے، لیکن اس کے لئے ضروری ہے وہ بینک یا دوسرے اداروں کے پاس بھی

یہ کمپیوٹر پروگرام ہو۔ اس لئے CDC کا کمپیوٹر پروگرام ان بینکوں اور اداروں کو بھی فراہم کیا گیا ہے۔
۵۔ حصص کی وہ تمام کمپنیاں جنہوں نے شمولیت اختیار کی ہے، ان کی طرف سے وقتاً فوقتاً جو بونس اور ڈیویڈنڈ (Dividend) وغیرہ کا اعلان ہوتا ہے، وہ اسی کمپیوٹر پروگرام کے تحت تمام حصص مالکان کو تقسیم کئے جاتے ہیں

مختصر الفاظ میں خریداری کے طریقہ کار کی ترتیب یہ ہے کہ حصص کی خرید و فروخت اسٹاک ایکسچینج کے بنائے ہوئے کمپیوٹر پروگرام (KATS) کے ذریعے ہوتی ہے، اس کے بعد NCC کے بنائے ہوئے کمپیوٹر پروگرام میں سیلمنٹ ہوتی ہے اور آخر میں CDC کے بنائے ہوئے کمپیوٹر پروگرام میں حصص ان کے مالکوں کے اکاؤنٹ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ یعنی CDC کے کمپیوٹر پروگرام کی حیثیت صرف اور صرف ایک 'لاکر' کی ہے۔

شیرز کی خرید و فروخت کا طریقہ کار اور قبضہ کی حیثیت کا جائزہ

یہ بات واضح ہے کہ شیرز کے ابتدائی اجراء کے وقت شیرز خریدنے کا مطلب کمپنی کے کاروبار میں شریک ہونا ہے، لیکن اصولی طور پر کمپنی کے کاروبار میں شریک ہونے اور کسی عام شرکت کے عقد (Partnership) میں شامل ہونے میں فرق ہے، عام شرکت میں شریک کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ کاروبار کو کوئی نیا شریک فراہم کئے بغیر اپنا سرمایہ لے کر کاروبار سے نکل جائے، لیکن جائنٹ سٹاک کمپنی میں شیر ہولڈر کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ جب چاہے کمپنی کو شیر سٹیفیکٹ واپس کر کے اپنا سرمایہ واپس لے لے بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ کمپنی کے کاروبار سے نکلنا چاہتا ہے تو اپنی جگہ کوئی نیا شریک کمپنی کو فراہم کرے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے شیرز دوسرے شخص کو فروخت کرے۔ فروخت کے بعد نیا شخص کمپنی کے کاروبار کا شریک بن جاتا ہے۔

اسٹاک ایکسچینج میں شیرز کی خریداری کے عام طور پر درج ذیل چار طریقے ہوتے ہیں۔

۱۔ فوری سودے۔ (Ready Contracts/Spot Sales)

۲۔ مستقبل کے سودے۔ (Future Sale)

۳۔ غائب سودے۔ (Forward Sale)

۴۔ بدلے کے معاملات۔ (Garry Over)

اب ذیل میں ہر طریقہ کار کی ضروری تفصیل اور قبضہ کی روشنی میں اس کی شرعی حیثیت کا جائزہ لیا جائے گا۔

شیرز میں فوری سودے (Ready Sale) کا مفہوم:

فوری سودوں میں شیرز کی خرید و فروخت کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کمپنی کے حصص خریدتا ہے تو اس خریداری کا اندراج فوری طور سے کیٹس (KATS) میں ہو جاتا ہے، جو اسٹاک ایکسچینج میں ہونے والے

سودوں کا کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ ہوتا ہے اور اسٹاک ایکسچینج ان سودوں میں فریقین کی ذمہ داریوں کی ضمانت دیتا ہے۔ فوری یا حاضر سودوں میں ہر سودے کے تین دن بعد خریدار کو طے شدہ قیمت ادا کرنی ہوتی ہے اور بیچنے والے کو بیچے ہوئے حصص کی ڈیلیوری دینی ہوتی ہے۔

حصص کی بیچ میں ڈیلیوری کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس کمپنی کے حصص بیچے ہیں، اس کمپنی کے ریکارڈ میں سی ڈی سی کے ذریعے ان حصص کی منتقلی خریدار کے نام ہو جاتی ہے، اور حاضر سودوں میں اور مستقبل کے سودوں میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں ہے کہ حاضر سودوں میں ڈیلیوری جلدی ہو جاتی ہے اور مستقبل کے سودوں میں دیر سے ہوتی ہے، لیکن خریدے ہوئے شیرز کے حقوق و التزامات شیرز کی مارکیٹ کے قانون کے مطابق فوراً خریداری کے متصل بعد خریدار کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں، یعنی اگر خریداری اور ڈیلیوری کی درمیانی مدت میں کمپنی کو کوئی نقصان ہو جائے، تو وہ نقصان خریدار ہی برداشت کرتا ہے اور اگر کمپنی کو نفع ہو جائے، تو اس نفع کا فائدہ بھی خریدار ہی کو پہنچتا ہے۔

فوری سودوں میں قبضہ کا جائزہ

فقہی نقطہ نظر سے یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی چیز خرید کر آگے فروخت کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لئے شرعاً ضروری ہے کہ پہلے اس چیز کو خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرے پھر آگے فروخت کرے، خریدنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے آگے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ اب حصص کی خریداری کی صورت حال یہ ہے کہ ڈیلیوری خریداری کے تین دن بعد ہوتی ہے، تو اس صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خریداری اور ڈیلیوری کے درمیان جو تین دن کی مدت ہے، کیا خریدار کے لئے جائز ہے کہ اس درمیانی مدت میں وہ اپنے خریدے ہوئے حصص کسی دوسرے شخص کو فروخت کر دے؟ یا پھر ضروری ہے کہ جب تک ڈیلیوری نہ ہو اس وقت تک وہ کسی دوسرے شخص کو یہ شیرز فروخت نہ کرے۔

اگر ڈیلیوری کو ہی شرعی قبضہ قرار دیا جائے تو ڈیلیوری سے پہلے فروخت کرنا قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا قرار پائے گا اور ناجائز ہوگا لیکن دوسرا احتمال یہ ہے کہ ”ڈیلیوری“ شرعی قبضے سے عبارت نہیں، بلکہ کمپنی میں حصص کے خریدار کے نام پر اندراج کو صرف ڈیلیوری کہا جاتا ہے، ورنہ جہاں تک خریدے ہوئے حصص کے جملہ منافع اور نقصانات کا تعلق ہے، وہ خریداری کے متصل کے بعد خریدار کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں، یعنی اگر خریداری اور ڈیلیوری کی درمیانی مدت میں کمپنی کو کوئی نقصان ہو جائے، تو وہ خریدار ہی برداشت کرتا ہے اور اگر کمپنی کو نفع ہو جائے، تو اس نفع کا فائدہ بھی خریدار ہی کو پہنچتا ہے۔

نیز اگر مارکیٹ کا عرف دیکھا جائے تو سودا ہوتے ہی بیچے ہوئے شیرز کے حقوق اور ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں گویا ایک لحاظ سے شیرز خریدار کے ضمان میں آ جاتے ہیں اور اس صورت میں اگر خریدار انہیں

آگے بیچے تو ظاہری اعتبار سے غیر مضمون چیز کا نفع حاصل کرنا لازم نہیں آئے گا۔ چنانچہ مذکورہ تفصیلات کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی حتمی نتیجے تک پہنچنے کے لیے اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ شیرز کی خرید و فروخت فقہی اعتبار سے کس چیز کی بیع کہلائے گی اور اس چیز پر قبضہ کرنے کا طریقہ کار کیا ہوگا؟

اس سلسلے میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ حصص کی بیع کمپنی کے غیر متعین یعنی مشاع حصوں کی بیع ہے، لہذا یہ اصطلاحی طور پر فقہی اعتبار سے ”بیع المشاع“ ہے اور مشاع میں حسی قبضہ ممکن نہیں ہوتا بلکہ تخلیہ اور تمکین سے قبضہ کا مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور مشتری کے لئے اس تخلیہ یا تمکین کے بعد اس مشاع کو آگے فروخت کرنا بھی جائز ہو جاتا ہے۔

چنانچہ امام سرحسی مشاع کے اجارۃ اور بیع کے معاملہ کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذا بخلاف البيع ، لان التسليم هناك بالتخلية يتم و ذلك في الجزء الشائع يتم. (۶)

”اجارہ کا معاملہ بیع کے معاملہ کے برعکس ہے کیونکہ مشاع میں سپردگی تخلیہ کے ساتھ ہوتی ہے

اور یہ تخلیہ غیر متعین حصے میں بھی تام ہو جاتا ہے۔“

اسی طرح علامہ مرغینانی مشاع چیز میں قبضہ کے تحقق کے لیے تخلیہ کو کافی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لا بی حنیفة انه آجر مالا يقدر علی تسليمه فلا يجوز ، وهذا لان تسليم المشاع و

حدہ لا يتصور ، والتخلية اعتبارت تسليماً لوقوعه تمكيناً ، وهو الفعل الذى يحصل

به التمکن ، ولا تمکن في المشاع ، بخلاف البيع لحصول التمکن فيه. (۷)

”امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے ایسی چیز کو اجارہ پر دیا جس کو وہ سپرد نہیں کر سکتا لہذا یہ جائز

نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے غیر متعین کو علیحدہ سپرد کرنا متصور نہیں ہے اور تخلیہ کو تسلیم اور سپرداری اسی

وجہ سے مانا گیا کہ اس میں تمکین حاصل ہو جاتی ہے، اور تمکین سے مراد وہ فعل ہے جس سے تمکن یعنی

استعمال کی قدرت حاصل ہو جائے اور مشاع میں یہ تمکن اجارۃ کی صورت میں حاصل نہیں ہوتا

بخلاف بیع کے کیونکہ اس میں تمکن حاصل ہو جاتا ہے۔“

جبکہ علامہ جلال الدین خوارزمی اس کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان التخلية اعتبارت تسليماً اذا كان تمكيناً من الانتفاع ، و انما يكون تمكيناً اذا

حصل بها التمکن ، والتمکن لا يحصل به فلم يعتبر تمكيناً بخلاف البيع ، لحصول

التمکن ثمه من البيع والاعتاق و غير ذلك. (۸)

”تخلیہ کو تسلیم تب مانا جاتا ہے جب انتفاع کی تمکین ہو جائے اور تمکین تب ہوتی ہے جب اس چیز سے نفع

اٹھانے کی قدرت حاصل ہو جائے اور اجارۃ میں اس طرح تمکن حاصل نہیں ہوتا لہذا اس تخلیہ کو تمکین

قرار نہیں دیا جائے گا لیکن یہ معاملہ بیع میں اس کے برعکس ہے کیونکہ وہاں بیچنے، آزاد کر دینے وغیرہ

کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔“
اسی طرح علامہ طورى لکھتے ہیں:

التخلية اعتبرت تسليما في محل يتمكن من الانتفاع و في المشاع لا يتمكن من
الانتفاع ولا من القبض فكيف يجعل تسليما. (۹)

”تخلیہ کو ایسی جگہ میں تسلیم قرار دیا جائے گا جہاں مطلوبہ چیز سے صرف تخلیہ کر دینے سے نفع اٹھانا ممکن ہو
اور مشاع چیز کے اجارہ میں نفع حاصل کرنا اور نہ ہی قبضہ کرنا ممکن ہے تو اسے تسلیم کیسے قرار دیا جائے گا۔“

مذکورہ عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اجارہ میں چونکہ مقصود صرف انتفاع ہوتا ہے، ملکیت نہیں ہوتی اور حصہ
مشاع میں مشاع کے ہوتے ہوئے انتفاع کی تکمیل نہیں ہو سکتی اس لئے اس میں تخلیہ قبضہ کے لئے کافی نہیں ہے، جبکہ
اس کے برعکس بیع میں مقصود ملکیت ہوتی ہے اور مشاع میں ملکیت اور اس کے نتائج یعنی آزاد کرنا اور فروخت کرنا وغیرہ
حاصل ہو سکتے ہیں اس لئے بیع کی صورت میں مشاع کا تخلیہ قبضہ کے لئے کافی ہوگا۔ الغرض مشاع کی بیع میں تسلیم اور
قبضہ کا تحقق تخلیہ سے ہو سکتا ہے، البتہ تخلیہ کے حکمی طور پر قبضہ کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ عقد ایسا ہو جس
میں تخلیہ کے نتیجے میں اس عقد کے تقاضے پورے ہونا بھی ممکن ہو، لہذا اگر کوئی عقد ایسا ہو جس میں تخلیہ کے نتیجے میں اس
عقد کے تقاضے پورے ہونا ممکن نہ ہو تو پھر اس عقد میں تخلیہ کو تسلیم کے قائم مقام قرار نہیں دیا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ
مشاع چیز میں تخلیہ کرنا بیع کے درست ہونے کے لئے کافی ہے کیونکہ بیع کے مشاع ہونے کے باوجود بیع کے نتائج
حاصل کرنا ممکن ہے، لیکن مشاع چیز میں تخلیہ کرنا اجارہ کے معاملہ کے درست ہونے کے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ مشاع
کے باقی رہتے ہوئے اجارہ کے فوائد حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ قبضہ سے پہلے بیچنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جب تک مشتری بیع
پر حقیقی یا حکمی قبضہ نہ کرے، بیع بائع ہی کے ضمان میں رہتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس دوران وہ بیع ہلاک ہو
جائے تو بیع فسخ ہو جاتی ہے، لہذا اگر قبضہ کئے بغیر مشتری نے بیع کسی دوسرے کو فروخت کر دیا پھر بعد میں وہ بیع پہلے بائع
ہی کے پاس ہلاک ہو گیا تو پہلی بیع فسخ ہو جائے گی تو اس کے نتیجے میں دوسری بیع بھی فسخ ہو جائے گی، لہذا اس دوسری
بیع میں شروع ہی سے غرر انفساخ یعنی فسخ ہو جانے کا احتمال پایا جا رہا ہے جو کہ قبضہ سے پہلے بیچنے کی ممانعت کی بنیادی
وجہ ہے، نیز قبضہ سے پہلے بیچنے کی صورت میں ایک ایسی چیز کا نفع حاصل کرنا لازم آتا ہے جو ابھی اس بیچنے والے شخص
کے ضمان اور رسک میں نہیں آئی ہے کیونکہ قبضہ سے پہلے بیع کا ضمان مشتری کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، لہذا اب اگر وہ
اسے آگے فروخت کرے گا اور اس میں نفع حاصل کرے گا تو یہ غیر مضمون چیز کا نفع حاصل کرنا لازم آئے گا، جس کی
ممانعت واضح طور پر شریعت میں موجود ہے، چنانچہ ملا علی قاری ’ربح ما لم یضمن‘ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے
ہیں:

یرید بہ الربح الحاصل من بیع ما اشتراہ قبل ان یقبض و ینتقل من ضمان البائع
الی ضمانہ ، فان بیعہ فاسد. (۱۰)

”اس سے مراد وہ نفع ہے جو خرید کردہ چیز کو قبضہ کرنے سے پہلے اور بائع کے ضمان کے مشتری کی طرف منتقل ہونے سے پہلے بیچنے کی صورت میں حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس کی بیع فاسد ہے۔“
یہی بات علامہ سندھی نے بھی ”ربح ما لم یضمن“ کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کی ہے۔ (۱۱)
اسی طرح حضرت مولانا غلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں۔

لا ربح ما لم تضمن ای لا یحل ربح شئی لم یدخل فی ضمانہ و هو ربح مبیع اشتراہ
فباعہ قبل ان ینتقل عن ضمان البائع الاول الی ضمانہ بالقبض. (۱۲)

”قولہ لا ربح ما لم تضمن یعنی اس چیز کا نفع حاصل کرنا حلال نہیں ہے جو ابھی ضمان میں داخل
نہیں ہوئی اور یہ اس مبیع کا نفع ہے جسے خریدا ہو پھر اس کو قبضہ کے ذریعے پہلے بائع کی ضمانت سے نکال
کر اپنی ضمانت میں لانے سے پہلے ہی بیچ دیا ہو۔“

مذکورہ عبارات سے یہ بات واضح ہوئی کہ قبضہ سے پہلے کسی چیز کو بیچنا اس وجہ سے ناجائز ہوتا ہے کہ قبضہ کے
بغیر اس کا ضمان خریدار کی طرف منتقل نہیں ہوتا لہذا اگر وہ نفع پر بیچنا چاہتا ہے تو یہ غیر مضمون چیز کا نفع حاصل کرنا ہے۔
لہذا اب علمی اعتبار سے اس بات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ حصص کی بیع میں بائع کی طرف سے تمکین
اور تخلیہ کا تحقق کب ہوتا ہے؟ آیا یہ تمکین اور تخلیہ ڈیلیوری سے پہلے ہو جاتا ہے یا تمکین اور تخلیہ ڈیلیوری کے ساتھ ہی مربوط
ہے تاکہ شیرز کے خریدار کیلئے کسی دوسرے شخص کو بیچنے کے جواز کے ابتدائی وقت کا تعین کیا جاسکے۔
اس سلسلے میں عصر حاضر کے معاشی مسائل کو شرعی معیارات کے مطابق جانچنے کے حوالے سے شہرت رکھنے
والے مختلف علماء کرام کی آراء کا مطالعہ کرنے سے مجموعی طور پر درج ذیل تین نقطہ نظر سامنے آتے ہیں۔

پہلا نقطہ نظر

مذکورہ مسئلہ میں ایک نقطہ نظر جدید معاشی مسائل میں گہری بصیرت کے حامل مفتی محمد تقی عثمانی کا ہے، جن
کے ساتھ دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء کے حضرات کے علاوہ مجمع الفقہ الاسلامی (الہند) کے اراکین میں سے مولانا
خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا نسیم احمد قاسمی، مولانا ظفر الاسلام اور دیگر علماء کرام بھی شامل ہیں۔ ان کے نزدیک شیرز کی
خرید و فروخت میں قبضہ شرعی کا تحقق ڈیلیوری سے پہلے نہیں ہوتا۔ لہذا شیرز کے خریدار کے لئے کسی دوسرے کو فروخت
کرنا اس وقت جائز نہیں ہوگا جب تک اسے باقاعدہ ڈیلیوری نہ مل جائے۔ لہذا ان کی رائے کے مطابق شاک ایکسچینج
میں ڈے ٹریڈنگ کے عنوان سے ہونے والے معاملات شرعاً جائز نہیں ہیں کیونکہ اس میں شیرز ڈیلیوری سے پہلے ہی

آگے بیچ دیئے جاتے ہیں۔

مذکورہ نقطہ نظر کے دلائل

مفتی محمد تقی عثمانی نے مذکورہ مسئلہ کی تفتیح اور مکمل معلومات کے حصول کے لیے اشاک ایکسیجنگ کا از خود مطالعاتی دورہ کیا اور اس دورہ کی روشنی میں انہوں نے مذکورہ نقطہ نظر قائم کیا، جس کی تائید ان کے بڑے بھائی مفتی محمد رفیع عثمانی اور دارالعلوم کراچی کے دیگر مفتیان کرام نے بھی کی اور اس نقطہ نظر کے دلائل انہوں نے تفصیل کے ساتھ بیان کیے، جو علمی اعتبار سے مسئلہ کی اصل حقیقت تک رسائی کے لیے بہت مفید ہے اس لیے طوالت کے باوجود ان دلائل کو ان کی ذیلی وضاحت کے ساتھ مکمل طور پر نقل کیا جا رہا ہے۔

” (۱) یہ بات فقہ اسلامی میں طے شدہ ہے کہ ”قبض کل شئی بحسبہ“ یعنی ہر چیز کا قبضہ اس شئی کی نوعیت کے لحاظ سے عرفاً مختلف ہوتا ہے۔ شیرز کے بارے میں عرف عام یہی ہے کہ سودے کے وقت محض اشاک ایکسیجنگ کے فوری اندراج کو قبضہ نہیں کہا جاتا، بلکہ کہا جاتا ہے کہ ”ڈیلیوری“ تین دن بعد ہوگی، ڈیلیوری کے معنی ہی قبضہ دینے کے ہیں، لہذا عرف نے اسی کو قبضہ قرار دیا ہے۔

(۲) اشاک ایکسیجنگ میں ”بیع مالا یملک الانسان“ (Short Sale) کا رواج عام ہے۔ جب ہم نے اشاک ایکسیجنگ کا دورہ کیا، اس وقت ہمیں یہ بتایا گیا کہ حاضر سودوں یعنی فوری سودوں میں شارٹ سیل ممنوع کر دی گئی ہے لیکن قواعد و ضوابط سے پتہ چلتا ہے اور بعد میں اشاک ایکسیجنگ کے صدر صاحب نے بھی اس کی تصدیق کی کہ جو چیز منع کی گئی ہے وہ بلینک سیل (Blank Sale) ہے یعنی ایسی بیع جس میں شیرز بائع کے پاس نہ ملکیت میں ہوں اور نہ اس نے شیرز کی خریداری کے لئے کسی سے قرض کا معاہدہ کر رکھا ہو، لیکن حاضر سودوں میں شارٹ سیل کی اس شرط کے ساتھ اجازت دیدی گئی ہے کہ بیچنے والا خریدار کو بتادے کہ وہ شارٹ سیل کر رہا ہے اور یہ کہ اس نے وقت پر شیرز کی ڈیلیوری کے لئے کسی سے قرض لینے کا انتظام کر رکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حاضر سودوں میں شارٹ سیل کا امکان موجود ہے اور اگر بالفرض قواعد کے لحاظ سے شارٹ سیل منع بھی ہو تو اس بات کی گارنٹی نہیں ہے کہ وہ اس قاعدے کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔

اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص شارٹ سیل کر رہا ہے یعنی شیرز اس کی ملکیت میں نہیں ہیں پھر بھی بیچ رہا ہے تو نہ صرف یہ کہ ”بیع مالا یملک“ ہونے کی بناء پر بیع شرعاً باطل ہے بلکہ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ سودا ہوتے ہی شیرز کے حقوق و التزامات خریدار کی طرف ہو جاتے ہیں یا خریدار کے ضمان (Risk) میں آ جاتے ہیں وہ یہ بات شرعی مفہوم میں نہیں کہتے کیونکہ یہ بات وہ شارٹ سیل کی صورت میں بھی کہتے ہیں حالانکہ شرعی

مفہوم میں شارٹ سیل کی صورت میں ضمان منتقل ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب شیرز بائع ہی کی ملکیت میں نہیں ہیں تو وہ خریدار کو تمکین یا تخلیہ کیسے کر سکتا ہے؟ اور اس سے شرعی مفہوم میں ضمان کیسے منتقل ہو سکتا ہے؟

(۳) کراچی اسٹاک ایکسچینج کی طرف سے ہمیں جو قواعد وضوابط فراہم کئے گئے ان میں حاضر سودوں کے قواعد وضوابط (Rules For Ready Delivery Contracts) کی پہلی دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ تمام سودوں کا تفسیر آئندہ ہفتے میں پیر کے دن ہونا ضروری ہے یعنی پیر کے دن بائع شیرز کی ڈیلیوری دے گا اور خریدار اس کی قیمت بائع کو ادا کرے گا لیکن اس دفعہ کی شق بی میں یہ صراحت ہے کہ اگر بائع نے مقررہ وقت تک ڈیلیوری نہ دی تو خریدار کو حق ہوگا کہ کسی کمپنی کے جتنے شیرز اس نے بائع سے خریدے تھے وہ بازار سے خرید لے (جس کو اسٹاک ایکسچینج کی اصطلاح میں (Buy in) کہا جاتا ہے) اور شق سی میں کہا گیا ہے کہ ایسی صورت میں اگر خریدار کو بازار سے خریداری کرنے میں نقصان ہو (مثلاً وہ شیرز بازار سے زیادہ قیمت میں ملیں) تو بائع کا فرض ہوگا کہ وہ خریدار کے نقصان (Damages) کی تلافی کرے۔

”یہ قاعدہ واضح طور پر اس بات کا اعتراف ہے کہ سودے کے وقت قبضہ نہیں ہوا تھا کیونکہ بائع کی طرف سے ڈیلیوری نہ دینا وہی صورتوں میں ممکن ہے یا تو بائع نے شارٹ سیل کی تھی، یعنی شیرز کے ملکیت میں ہونے کے بغیر فروخت کر دیئے تھے، اس صورت کا بطلان اوپر نمبر ۲ میں گذر چکا ہے یا پھر اس نے شارٹ سیل نہ کی تھی مگر خریدار سے سودا کرنے کے بعد اس کی رائے بدل گئی اور اس نے وہ خود رکھنے یا کسی اور کو بیچ دینے کا فیصلہ کر لیا جب اس کے لیے رائے بدل کر شیرز خود رکھ لینا یا کسی اور کو بیچنا ممکن ہے تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ سودے کے وقت اس نے خریدار کو تمکین کر دی ہے یا اس کے حق میں تخلیہ کر دیا ہے؟ نیز اس صورت میں اسٹاک ایکسچینج کے قواعد یہ نہیں کہتے کہ جو شیرز فروخت کئے گئے تھے بائع کو ان کی ڈیلیوری دینے پر مجبور کیا جائے بلکہ خریدار کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ بائع کو ڈیلیوری پر مجبور کرنے کی بجائے بازار سے اسی کمپنی کے اسی مقدار میں دوسرے شیرز خرید لے۔ اور اس خریداری میں اسے کوئی نقصان ہو تو بائع اسکی تلافی پر مجبور کرے، جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی بیع یکطرفہ طور پر منسوخ کرے اور کسی تیسرے شخص سے نئی بیع کرے۔“

(۴) اسٹاک ایکسچینج کے حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ حاضر سودوں کے علاوہ فارورڈ سودوں میں بھی حقوق و التزامات فوراً منتقل ہو جاتے ہیں، صرف کمپنی کے ریکارڈ میں نام کی منتقلی حاضر سودوں کے مقابلے میں زیادہ تاخیر سے ہوتی ہے، حالانکہ فارورڈ سودوں میں شارٹ سیل کا رواج حاضر سودوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ یہ حضرات حقوق و التزامات کی جس منتقلی کا ذکر کر رہے ہیں وہ شرعی مفہوم میں ضمان کی منتقلی نہیں ہے۔ اور اس سارے مجموعے سے جو بات واضح ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ جس چیز کو اسٹاک ایکسچینج کی اصطلاح میں حاضر سودا کہا جا رہا ہے اس میں سودے کے وقت شرعی مفہوم میں قبضہ تحقق نہیں ہوتا، اور جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ سودا ہوتے ہی تمام حقوق

والتزامات خریدار کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں وہ اس معنی میں کہتے ہیں کہ اسٹاک اسٹیجیج معاملہ کو انتہا تک پہنچانے کا ذمہ دار ہے اور شیرز کی قیمت بڑھے یا گھٹے، بائع اسی قیمت پر شیرز کی ڈیلیوری کرنے کا اور خریدار وہی قیمت ادا کرنے کا پابند ہے اور اگر کوئی فریق اپنی یہ ذمہ داری پوری نہ کرے اور خریدار کی عدم ادائیگی کی صورت میں بائع کو بازار میں شیرز فروخت کرنے (Sale Out) میں اور بائع کے قبضہ نہ دینے کی صورت میں خریدار کو بازار سے شیرز خریدنے میں جو نقصان ہو دوسرا فریق اس کی تلافی کا ذمہ دار ہے۔“ (۱۳)

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں مفتی محمد تقی عثمانی اور ان کی تائید کرنے والے دیگر علماء کرام کے نزدیک زیر بحث مسئلہ میں شرعی حکم کا حاصل یہ ہے کہ شیرز کے خریدار کے لئے اس وقت تک شیرز کے آگے بیچنا جائز نہیں ہے جب تک کہ ڈیلیوری نہ مل جائے، اگر بیچنے والے نے شارٹ سیل کی ہے یعنی شیرز ملک میں لائے بغیر ہی فروخت کئے ہیں تو یہ بیع ہی باطل ہے، اور اگر شیرز بائع کی ملک میں تھے اور عقد بیع کے ارکان متحقق ہو گئے تو یہ بیع درست ہے لیکن خریدار کیلئے آگے بیچ کرنا اسی وقت جائز ہوگا جب اسے باقاعدہ ڈیلیوری مل جائے، لہذا اس وقت جس طرح ڈے ٹریڈنگ ہو رہی ہے (جس میں ڈیلیوری سے پہلے شیرز آگے بیچ دیئے جاتے ہیں) وہ مذکورہ نقطہ نظر کے مطابق شرعاً جائز نہیں ہے۔

دوسرا نقطہ نظر

شیرز کی خرید و فروخت میں قبضہ کے تحقق کے سلسلے میں دوسرا نقطہ نظر مجمع الفقہ الاسلامی (الھند) کے اکثر حضرات کا ہے، جن میں مولانا عبید اللہ السعدی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا رضوان القاسمی وغیرہ شامل ہیں، چنانچہ ان علماء کرام کے نزدیک شیرز کے حاضر سودے میں نفس بیع و شراء کو معنوی قبضہ تصور کیا جائے کیونکہ حاضر سودے میں بیع و شراء کا معاملہ طے ہوتے ہی شیرز کی ملکیت خریدار کی طرف منتقل ہوگئی، شیرز اس کے ضمان اور اختیار میں چلے گئے، شیرز سرٹیفکیٹ ملنے اور کمپنی کے کاغذات میں بحیثیت شیر ہولڈر اندراج پر قبضہ موقوف نہیں، جب نفس خرید و فروخت کو مان لیا گیا تو شیرز سرٹیفکیٹ ملنے سے پہلے ان شیرز کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت بھی کیا جاسکتا ہے، اسی طرح دوسرا خریدار خریدنے کے فوراً بعد تیسرے کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے۔

مذکورہ نقطہ نظر کے دلائل

مذکورہ نقطہ نظر کے دلائل بیان کرتے ہوئے مولانا محمد عبید اللہ السعدی لکھتے ہیں کہ:

”قبضہ کا معاملہ شریعت کی نگاہ میں وسعت رکھتا ہے۔ ہر شے کا قبضہ اس کے مناسب حال ہوتا ہے اور اس میں عرف کا بھی دخل ہے، اس لئے اگر خریدار کی حیثیت سے بروکر کے یہاں نام آجانے پر حقوق منتقل ہو جاتے ہیں اور ”رجع مالم یضمن“ کا معاملہ نہیں رہ جاتا تو قبضہ مان لیا جائے گا۔ سرٹیفکیٹ تو ایک سرکاری و

رکی چیز ہے، ضروری نہیں ہے کہ وہ اسی کے نام ہو جس کو حقیقی ملکیت حاصل ہو۔ بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شے حقیقی ملکیت کسی کی ہوتی ہے اور نام کسی دوسرے کا چلتا رہتا ہے۔“ (۱۴)

اسی طرح اور مفتی جنید عالم ندوی قاسمی میں لکھتے ہیں:

”جب شیرز خریدتے ہی شیرز کے بقدر کمپنی کے تمام اثاثے اور املاک خریدار کے ضمان میں آجاتے ہیں اور تمام حقوق و ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں تو اس کو قبضہ تسلیم کیا جائے گا اور شیرز سرٹیفکیٹ کے حاصل ہونے سے قبل شیرز کی خریداری کے دوسرے یا چوتھے دن خریدار کا دوسروں کے ہاتھ فروخت کرنا شرعاً جائز و درست ہوگا۔ اس کو بیع بعد القبض کہیں گے نہ کہ بیع قبل القبض۔“ (۱۵)

نیز مولانا محمد رضوان القاسمی اسی نقطہ نظر کی تائید میں لکھتے ہیں:

”فقہاء احناف کے یہاں تخلیہ کو حکماً قبضہ سمجھا گیا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ مشتری بلا رکاوٹ و مشقت بیع میں تصرف کر سکے یہ کیفیت شیر ہولڈر کو بوقت ثراء ہو حاصل ہو جاتی ہے، جیسا کہ کمپنی کی خصوصیات و قوانین سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام حقوق و ذمہ داریاں اور دیگر تصرفات کا حق بوقت ثراء ہی حاصل ہو جاتا ہے، لہذا عقد تام ہوتے ہی یہ سمجھا جائے گا جو بیع (کمپنی کے املاک کا متناسب حصہ) پر قابض ہے، لہذا شیرز (تحریری ثبوت) پر قبضہ کئے بغیر اس کی بیع درست ہوگی چونکہ اصل بیع اس کے ضمان میں آچکی تھی۔“ (۱۶)

تیسرا نقطہ نظر

شیرز کی خرید و فروخت میں قبضہ کے تحقق کے سلسلے میں تیسرے نقطہ نظر کے حاملین مجمع الفقہ الاسلامی کے اراکین میں سے مفتی انور علی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا عبدالرحمن پالنپوری وغیرہ ہیں، چنانچہ ان علماء کرام کے نزدیک شیرز کے حاضر سودے میں فروختگی مکمل ہوتے ہی شیرز خریدار کے ضمان میں آجاتے ہیں، شیرز کا نفع و نقصان خریدار کی طرف لوٹتا ہے خواہ شیرز سرٹیفکیٹ پر ابھی اس کا نام نہ چڑھا ہو، اسلئے حاضر سودے میں خرید و فروخت طے ہوتے ہی شیرز پر قبضہ تصور کر لیا جائے گا، اس کا تقاضا یہ ہے کہ شیرز سرٹیفکیٹ پر قبضہ سے پہلے ہی اس کی بیع کسی دوسرے کے ہاتھ جائز ہو، لیکن مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہر چیز کے قبضہ کا طریقہ عرف سے متعین ہوتا ہے اور عرف میں شیرز پر اسی وقت سمجھا جاتا ہے جب سرٹیفکیٹ ہاتھ میں آجائے تو پھر عدم جواز کا حکم ہونا چاہیے، بالخصوص جب کہ اس طرح سٹے کے کاروبار کی حوصلہ افزائی بھی ہو سکتی ہے، لہذا ان متعارض جہات کی موجودگی میں احتیاط یہی ہے کہ سرٹیفکیٹ پر قبضہ کئے بغیر آگے بیع نہ کی جائے۔

مذکورہ نقطہ نظر کے دلائل

مذکورہ نقطہ نظر کے حامی مفتی انور علی اعظمی مجمع الفقہ الاسلامی کیلئے تحریر کردہ اپنے مقالہ میں اس احتیاط والے

قول کی تائید میں لکھتے ہیں:-

”کمپنی کے شیر ہولڈر یعنی حصہ دار سے حصہ خریدنے کے بعد خریدار اس حصہ کا مالک ہو جائے گا، چاہے اس سے اپنے حصہ کا سرٹیفکیٹ ملا ہو یا نہ ملا ہو، جیسے مکان کا خریدار نفس خرید سے مکان کا مالک ہو جائے گا، چاہے رجسٹریشن کا کاغذ ملا ہو یا نہ ملا ہو، شیرز ہولڈر کا شیر سرٹیفکیٹ پر اگر چہ حسی قبضہ نہیں ہوا لیکن کمپنی کے حصہ پر اس کا معنوی قبضہ ثابت ہو جائے گا، اسلئے کہ اشاک ایکسچینج کے قانون کے حساب سے خریدنے والا خریدنے کے وقت سے اس کے نفع نقصان کا ذمہ دار مانا جاتا ہے، یعنی اگر خریداری کے بعد سرٹیفکیٹ ملنے سے پہلے کمپنی تباہ ہوگی تو نقصان مشتری کا ہوگا بائع کا نہیں ہوگا۔ اشاک ایکسچینج کے لوگوں سے تفصیلی گفتگو کے نتیجے میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ حاضر سودا ہو جانے کے بعد شیرز کے تمام حقوق اور ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں وہ خریدار کے ضمان میں داخل ہو جاتے ہیں، اس دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ شیر کے بیع ہی سے خریدار مالک ہو جائے گا اور اس کا قبضہ سرٹیفکیٹ کی حصولیابی پر موقوف نہیں ہوگا۔ لیکن دوسری دلیل اس کے خلاف کی متقاضی ہے، وہ یہ کہ عرف میں سرٹیفکیٹ پر قبضہ کو ہی شیر پر قبضہ تصور کیا جاتا ہے، کیونکہ کمپنی کے حصہ مشتری پر قبضہ حسی کی کوئی شکل نہیں، لہذا جب تک سرٹیفکیٹ نہیں مل جاتا عرف میں وہ آدمی اپنے شیرز پر قابض نہیں ہوا، اس دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ سرٹیفکیٹ حاصل کرنے سے پہلے اس کی بیع دوسرے کے ہاتھ نہ کرے۔ لہذا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے تک ابھی شیر پر قبضہ مشتبه ہے، اس کی بیع احتیاط کے خلاف ہے اور اس کی اجازت سٹہ بازی کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے، اسلئے اس سے پرہیز لازم ہے۔“ (۱۷)

اسی نقطہ نظر کی تائید کرتے ہوئے مولانا عبدالقیوم پالنپوری لکھتے ہیں۔

”جب حاضر سودا ہو جانے کے بعد شیرز کے تمام حقوق اور ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں اور وہ خریدار کے ضمان میں داخل ہو جاتے ہیں تو ان کی بیع سرٹیفکیٹ ہاتھ میں آنے سے پہلے بھی جائز ہے، البتہ عرف میں شیرز پر قبضہ اس وقت سمجھا جاتا ہے جب سرٹیفکیٹ ہاتھ میں آجائے نیز اس طرح سٹے کے کاروبار کی حوصلہ افزائی بھی ہو سکتی ہے، لہذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک کمپنی میں شرکت کے سرٹیفکیٹ (کاغذی شیر) پر قبضہ نہ ہو آگے فروخت نہ کئے جائیں۔“ (۱۸)

مذکورہ اختلافی آراء میں تطبیق و ترجیح

مذکورہ اختلافی آراء میں بنیادی طور پر پہلے اور تیسرے فریق کی رائے میں زیادہ فرق نہیں ہے کیونکہ تیسرے فریق کی رائے میں بھی احتیاط یہی ہے کہ ڈیلیوری سے قبل فروخت نہ کئے جائیں، البتہ دوسرے فریق کی

رائے مختلف ہے جو شیرز کی نفس بیع و شراء کو ہی قبضہ قرار دے رہے ہیں اور ان کے نزدیک شیرز کے خریدنے کے ساتھ ہی شیرز کے حقوق و التزامات فوری طور پر منتقل ہو جاتے ہیں، لیکن پہلے فریق کے دلائل اور سٹاک ایکسچینج کے طریقہ کار کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو پہلے فریق کے دلائل قوی اور مضبوط ہیں اور شریعت مطہرہ میں قبضہ سے پہلے فروخت کے عدم جواز کی اصل وجہ کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے والے ہیں، نیز چونکہ سٹاک ایکسچینج میں حصص کی خرید و فروخت میں خریداری کے مقصود ہونے کی بجائے جوئے، سٹے کے موجودہ رجحان کو بھی ختم کرنے میں یہ چیز معاون ثابت ہو سکتی ہے، باقی جہاں تک خریدے ہوئے شیرز کے حقوق و التزامات کے فوری طور پر منتقل ہونے کی بات ہے، تو اس سلسلے میں مفتی محمد تقی عثمانی کی نقل کردہ یہ بات قابل غور ہے کہ سٹاک ایکسچینج میں جس طرح حاضر سودوں میں شیرز کے حقوق و التزامات فوری طور پر منتقل ہو جاتے ہیں، اسی طرح مستقبل کے سودوں میں بھی شیرز کے حقوق و التزامات فوری طور پر منتقل ہو جاتے ہیں، حالانکہ فقہی اعتبار سے مستقبل کے سودوں میں حقوق و التزامات کے منتقل ہونے کا سوال پیدا نہیں ہونا چاہیے، لیکن مارکیٹ والوں کے ہاں دونوں قسم کے سودوں میں حقوق و التزامات منتقل ہو جاتے ہیں، جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مارکیٹ کے عرف میں حقوق و التزامات کی منتقلی کا تصور فقہی پہلو سے نہیں ہے، بلکہ ان کے نزدیک اس منتقلی کا مطلب یہ ہے کہ شیرز کی قیمت ڈیلیوری سے پہلے بڑھے یا گھٹے، ہر صورت میں بائع مقررہ قیمت پر ڈیلیوری دینے اور خریدار طے شدہ قیمت ادا کرنے کا پابند ہے، اس لیے مذکورہ تفصیل کی روشنی میں پہلے فریق کی رائے ہی راجح معلوم ہوتی ہے کہ ڈیلیوری سے پہلے حصص کی فروخت جائز نہیں ہے۔

مستقبل کے سودوں (Future Sale) کا مفہوم

شیر مارکیٹ میں فیوچر سیل کے نام سے کاروبار کا ایک طریقہ مروج ہے جسے عربی میں بیاعات مستقبلیات کہتے ہیں، اس کا مقصد شیرز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ گھٹتے بڑھتے دام کے ساتھ نفع اور نقصان کو برابر کرنا مقصود ہوتا ہے، مثلاً زید نے سو شیرز کا سودا سو روپے فی شیر کے حساب سے کیا اور ادائیگی اور وصولی کی تاریخ مثال کے طور پر تیس مارچ مقرر کی، اب جب تیس مارچ آئی تو اسی شیر کی قیمت ایک سو بیس روپے ہو گئی تو وہ بیس روپے فی شیر منافع کے طور پر لے لے گا اور اگر تیس مارچ کو اس شیر کی قیمت کم ہو کر ستر روپے رہ گئی، تو وہ تیس روپے فی شیر کے حساب سے ادا کرے گا اور اصل سودا محض ایک کاغذی کارروائی ہے، کیونکہ مشتری نہ تو ثمن کی ادائیگی کرتا ہے اور نہ ہی بائع مال دیتا ہے البتہ مقررہ تاریخ پر بڑھتے ہوئے دام کی صورت میں منافع یا گھٹتے ہوئے دام کی صورت میں خسارہ ادا کیا جاتا ہے۔

فیوچر سیل کا حکم

مذکورہ تفصیل کے مطابق فیوچر سیل کو اگرچہ سیل یعنی بیع کہا جاتا ہے، لیکن فقہی اعتبار سے اسے بیع کہنا ہی

درست نہیں ہے، کیونکہ فیوچر سیل میں اصل مقصود محض نفع یا نقصان برابر کرنا ہوتا ہے، اور شیرز کا لینا دینا مقصود ہی نہیں ہوتا اور یہ طریقہ کار سٹہ بازی کے زمرے میں آتا ہے اسلئے اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

غائب سودے (Forward Sale) کا مفہوم

تھخص کی مارکیٹ میں غائب سودے یعنی فارورڈ سیل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بائع اور مشتری ایجاب و قبول کے ذریعے بیع کی آج ہی تکمیل کر رہے ہوتے ہیں، لیکن یہ بیع درحقیقت آئندہ تاریخ کے لئے ہوتی ہے اور اسے الفاظ کے اعتبار سے فیوچر سیل بھی کہا جاسکتا ہے، گویا کہ اس بیع کے طریقہ کار میں خرید و فروخت کا معاملہ تو آج ہی بالفرض مکمل ہو جاتا ہے، لیکن فریقین پر عوض کی ادائیگی آئندہ کی کسی تاریخ کو لازم ہوگی۔

فارورڈ سیل کا حکم

غائب سودے یعنی فارورڈ سیل میں بیع کی نسبت چونکہ مستقبل کی طرف ہوتی ہے اور مستقبل کی طرف بیع کی نسبت کرنے کی صورت میں اس کے عدم جواز کے حوالے سے علامہ صفحہ لکھتے ہیں:

ما تصح اضافته الى المستقبل عشرة البيع ... فانها تمليكات للحال فلا تصاف

للاستقبال. (۱۹)

”وہ چیزیں جن کی مستقبل کی طرف اضافت کرنا صحیح نہیں ہے وہ دس ہیں جن میں سے ایک چیز خرید و فروخت ہے... کہ یہ معاملات فوری طور پر مالک بنانے والے ہیں لہذا ان کو مستقبل کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔“

مذکورہ عبارت سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ مستقبل کی طرف بیع کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے اسلئے فارورڈ سیل بھی شرعی اعتبار سے ناجائز ہے، اگرچہ اس صورت میں شیرز بائع کی ملکیت میں موجود ہوں اور وہ ان کی ڈیلیوری بھی لے چکا ہو، کیونکہ مستقبل کی نسبت کے ساتھ حقیقی بیع کرنا شرعی اعتبار سے جائز نہیں ہے، لیکن اگر بیع فوری طور پر یعنی آج نہ کی جائے، بلکہ فریقین ایک خاص قیمت پر بیچنے اور خریدنے کا آپس میں وعدہ کر لیں تو اصولی طور پر ایسا وعدہ کر لینا جائز ہے اور اس صورت میں اگر کوئی فریق کسی وجہ سے بروقت وعدہ پورا نہ کر سکے، تو وہ وعدہ خلافی کی وجہ سے اگرچہ گناہگار ہوگا، لیکن اسے اس وعدے کی تکمیل پر مجبور نہ کیا جاسکے گا۔ اسی ضمن میں یہ بات بھی واضح کر دینا مناسب ہے کہ اگر بیچنے والے کی ملکیت اور قبضہ میں شیرز ہیں (یعنی وہ ان کی ڈیلیوری لے چکا ہے) اور بیع آئندہ تاریخ کے لئے نہیں، بلکہ آج ہی کی تاریخ کیلئے ہوئی ہے، البتہ قیمت ادھار رکھی گئی ہے کہ خریدار قیمت آئندہ کسی تاریخ پر ادا کرے گا، تو اس صورت میں شیرز کی ڈیلیوری خریدار کو دینی ہوگی اور قیمت کی وصولی کیلئے ڈیلیوری دیئے بغیر شیرز اپنے قبضہ میں رکھنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ یہ بیع موجدل ہے اور بیع موجدل میں ثمن کی وصولی کی غرض سے بیع اپنے پاس روکے

رکھنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر بیچنے والے کی ملکیت اور قبضے میں شیمرز ہیں اور وہ آج کی تاریخ ہی کے لئے خریدار کو بیچ رہا ہے اور ان کی ڈیلیوری بھی خریدار کو دے دیتا ہے لیکن قیمت آئندہ تاریخ کیلئے ادھار رکھی گئی ہے اور خریدار کو ڈیلیوری دینے کے بعد پھر وہی شیمرز (جو خریدار کے نام منتقل ہو چکے ہیں) اپنے پاس گروی رکھ لیتا ہے، تو یہ صورت جائز ہے۔

بدلہ کے معاملات (Carry Over) کا مفہوم

بدلہ کے معاملات کا مفہوم بیان کرتے ہوئے حافظ ذوالفقار علی لکھتے ہیں:

”دو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط سودے جو بیک وقت ہوتے ہیں ایک فریق اپنی موجودہ حیثیت یعنی وہ خریدے ہوئے حصص جو ابھی فروخت نہیں کیے گئے حالیہ ادائیگی سے اگلی ادائیگی میں منتقل کر رہا ہوتا ہے اور اس کے لیے وہ کچھ اضافی رقم ادا کرتا ہے۔ اسے عام زبان میں بدلہ کہا جاتا ہے۔ جس کا معنی ہے ادائیگی کا دن بدل جانا۔ اسے سادہ الفاظ میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ ایک آدمی نے حصص تو خرید لیے لیکن اس کے پاس ادائیگی کے لیے رقم نہیں وہ یہ چاہتا ہے کہ میری یہ حیثیت آئندہ ادائیگی میں منتقل ہو جائے دوسرا آدمی اس شرط پر وہ حصص خرید لیتا ہے کہ اس نے اگلی ادائیگی میں اضافی رقم لے کر واپس کرنے ہوتے ہیں۔“ (۲۰)

گویا کہ اسٹاک ایکسچینج میں بدلہ کے معاملات اس طرح ہوتے ہیں کہ بعض اوقات ایک شخص بہت سے حصص خرید لیتا ہے، مگر قیمت ادا کرنے کے لئے اس کے پاس رقم نہیں ہوتی، ایسی صورت میں وہ خریدے ہوئے حصص کسی تیسرے شخص کو اس شرط کے ساتھ بیچ دیتا ہے کہ وہ ایک طے شدہ مدت کے بعد خریدار سے وہی حصص زیادہ قیمت پر خرید لے گا، مثلاً الف نے ب سے کم پریل کو ایک لاکھ روپے کے دس ہزار حصص خریدے لیکن اس کے پاس ایک لاکھ روپے نہیں ہیں، لہذا وہ یہ دس ہزار حصص ج کو اس شرط کے ساتھ بیچتا ہے کہ تین اپریل کو وہ یہی حصص ایک لاکھ دو ہزار روپے میں واپس خرید لے گا۔

بدلہ کے معاملات کا حکم

مذکورہ بدلہ کے معاملات کا حکم بیان کرتے ہوئے مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

”اس طریق کار میں شرعی اعتبار سے درج ذیل دو خرابیاں ہیں:

ایک یہ کہ عموماً بدلے کا یہ معاملہ ڈیلیوری سے پہلے کیا جاتا ہے جس کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ بیع قبل القبض ہونے کی بناء پر ناجائز ہے۔ دوسرے ج کو جو شیمرز بیچے جا رہے ہیں وہ زیادہ قیمت پر واپس خریدنے کی شرط کے ساتھ بیچے جا رہے ہیں، یہ شرط فاسد ہے جو بیع کو فاسد کر دیتی ہے اور درحقیقت اس کا مقصد ایک لاکھ روپے سے لے کر ایک لاکھ دو ہزار روپے واپس کرنا ہے جو سود کی ایک شکل ہے جس کیلئے

اس بیع فاسد کو بہانہ بنایا گیا ہے۔ اسلئے بدلہ کے یہ معاملات بھی شرعاً ناجائز ہیں۔“ (۲۱)

خلاصہ بحث:

- قبضہ کے تناظر میں شیرز کی خرید و فروخت کی مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ:
- (۱) کسی کمپنی کا خرید کردہ شیر کمپنی میں شیر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، وہ محض اس بات کی دستاویز نہیں ہے کہ اس نے کمپنی کو اتنی رقم دی ہے۔
 - (۲) اگر شیرز بائع کی ملکیت میں ہی نہیں ہیں، تو یہ غیر مملوکہ چیز کی بیع ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔
 - (۳) حاضر سودے (Cash Sale-Spot Sale) میں شیر سرفیکلیٹ پر قبضہ سے پہلے خرید کردہ شیر کو آگے فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا اور یہ قبضہ رائج قول کے مطابق ڈیلیوری سے متحقق ہوگا۔
 - (۴) فیوچر سیل میں چونکہ بیع مقصود ہی نہیں ہوتی، اسلئے یہ معاملات بھی شرعاً جائز نہیں ہیں۔
 - (۵) اگر بیچنے والے کی ملکیت میں شیرز ہیں اور وہ ان کی ڈیلیوری بھی لے چکا ہے اور آئندہ کی تاریخ کیلئے آج ہی ایجاب و قبول کے ذریعے بیع کی تکمیل کر رہا ہے جسے (Forward Sale) کہا جاتا ہے، یعنی بیع آج ہی مکمل ہوگئی ہے، لیکن وہ بیع آئندہ تاریخ کیلئے ہے تو یہ ایسی بیع ہے جس کی نسبت مستقبل کی طرف ہو رہی ہے اور مستقبل کی طرف بیع کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے، لہذا یہ بیع مضاف الی المستقبل ہونے کی بناء پر ناجائز ہے۔
 - (۶) اگر بیچنے والے کی ملکیت اور قبضے میں شیرز ہیں اور وہ آج کی تاریخ ہی کے لئے خریدار کو بیع رہا ہے اور ان کی ڈیلیوری بھی خریدار کو دے دیتا ہے لیکن قیمت آئندہ تاریخ کیلئے ادھار رکھی گئی ہے اور خریدار کو ڈیلیوری دینے کے بعد پھر وہی شیرز (جو خریدار کے نام منتقل ہو چکے ہیں) اپنے پاس گروی رکھ لیتا ہے، تو یہ صورت جائز ہے۔
 - (۷) قیمت ادھار رکھی گئی ہے کہ خریدار قیمت آئندہ کسی تاریخ پر ادا کرے گا، تو اس صورت میں شیرز کی ڈیلیوری خریدار کو دینی ہوگی، اور قیمت کی وصولی کیلئے ڈیلیوری دینے بغیر شیرز اپنے قبضہ میں رکھنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ یہ بیع مؤجل ہے اور بیع مؤجل میں ثمن کی وصولی کی غرض سے بیع اپنے پاس روک رکھنا جائز نہیں ہے۔
 - (۸) اگر شیرز بیچنے والے کی ملکیت اور قبضے میں موجود ہیں لیکن وہ بیع ابھی نہیں کرتا بلکہ ایک خاص قیمت پر آئندہ بیچنے کا وعدہ کرتا ہے اور خریدار آئندہ اس قیمت پر خریدنے کا صرف وعدہ کرتا ہے تو وعدہ کی حد تک اس کی گنجائش ہے۔
 - (۹) شیرز کی خرید و فروخت میں بدلہ کے معاملات بھی جائز نہیں ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

- ۱- المرغینانی، ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل (م ۵۹۳ھ) الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، طبعہ اولی ۱۳۱۶ھ- ۱۹۹۵م، ۵۹۳؛ ہسکتفی، علاء الدین محمد بن علی بن محمد (م ۱۰۸۸ھ)، الدر المنجھار شرح تخویر الابصار، ایچ ایم سعید کینی، کراچی، ۱۳۰۶ھ، ۵/۱۳۷؛ ابن عابدین، محمد امین (م ۱۲۵۲ھ)، حاشیہ رد المحتار علی الدر المنجھار، ایچ ایم سعید کینی، کراچی، ۱۳۰۶ھ، ۵/۱۳۷؛ الشافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس (م ۲۰۴ھ)، الام، دار الفکر، بیروت لبنان، طبعہ اولی، ۱۳۰۰ھ- ۱۹۸۰م، ۷۰۳؛ ابن قدامہ، موفق الدین ابی محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد المقدسی (م ۶۲۰ھ)، المغنی لابن قدامہ، دار عالم الکتب، ریاض طبعہ رابعہ، ۱۳۱۹ھ- ۱۹۹۹م، ۶/۱۸۹؛ ابن رشد، محمد بن احمد بن محمد القرطبی (م ۵۹۵ھ)، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المتقصد، مکتبہ علیہ لاہور، طبعہ اولی، ۱۳۹۶ھ- ۱۹۷۶م، ۲/۱۰۸؛ درویر، شیخ احمد بن محمد العدوی (م ۱۲۰۱ھ)، الشرح الکبیر مع حاشیۃ الدسوقی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبعہ ثانیہ، ۲۰۰۳ھ، ۴/۲۳۵، ۲۳۶؛ ابن قدامہ، المقدسی، موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد (م ۶۲۰ھ)، الکافی لابن قدامہ، المکتب الاسلامی بیروت، طبعہ خامسہ، ۱۳۰۸ھ، ۲/۲۷
- ۲- محمد تقی عثمانی، مفتی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، طبعہ جدید، ۱۳۱۵ھ- ۱۹۹۵ء، ص: ۶۲، ۵۷؛ عبد الباسط خان، ڈاکٹر مفتی، جدید فقہی مسائل اور فقہاء پاک و ہند کے اجتہادات، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۸۳، ۱۸۴
- ۳- اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص: ۶۲، ۶۳
- ۴- صدیقی، اعجاز احمد، ڈاکٹر مولانا، تجارتی کمپنیوں کا لائسنس، ادارہ اسلامیات، کراچی، ۱۳۲۹ھ- ۲۰۰۸ء، ص: ۲۶، ۳۲
- ۵- اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص: ۷۰؛ عبدالواحد، ڈاکٹر مفتی، فقہی مضامین، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۲۰۰۶ء، ص: ۴۰۱
- ۶- مرنحی، محمد بن احمد بن سہل، ابوبکر (م: ۳۹۰ھ)، کتاب المبسوط، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبعہ ثالثہ، ۲۰۰۹م، ۱۳۶/۱۵
- ۷- الھدایۃ، ۳/۲۳۸
- ۸- الخوارزمی، جلال الدین بن شمس الدین، مولانا (م: ۵۹۵ھ)، الکفایۃ شرح الھدایۃ مع شرح فتح القدر، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کونین، س- ن، ۲۲، ۲۱/۸
- ۹- الطوری، محمد بن حسین بن علی، تکملة البحر الرائق شرح کتھ الدقائق، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کونین، ۱۳۳۳ھ، ۲۱/۸
- ۱۰- القاری، علی بن سلطان محمد (م: ۱۰۱۳ھ)، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، مکتبہ امدادیہ ملتان، س- ن، ۸۲/۶
- ۱۱- السندی، ابوالحسن محمد بن عبد البہادی الحنفی، حاشیۃ السندی علی الجہتی للنسائی، قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی، س- ن، ۲۳۶/۲

- ۱۲- السہار نیوری، ابوالبرائیم ظلیل احمد (م: ۱۳۳۶ھ)، بذل المجہود فی حل ابی داؤد، عارف کیمینی، مکتبہ قاسمیہ، ملتان، س۔ن،
۲۸۶، ۲۸۵/۵
- ۱۳- ماہنامہ البلاغ، مدیر محمد عثمانی، کراچی، جامعہ دارالعلوم، اگست ۲۰۰۵ء، ص ۱۱۰-۱۱۳
- ۱۴- قاسمی، مجاہد الاسلام، مولانا (م: ۱۴۳۳ھ)، جدید فقہی مباحث، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۲۰۰۹م، ۱۰۸/۱۶
- ۱۵- ایضاً، ۱۵۸/۱۶
- ۱۶- ایضاً، ۲۴۲/۱۶
- ۱۷- ایضاً، ۲۳۶، ۲۳۵/۱۶
- ۱۸- ایضاً، ۲۱۷/۱۶
- ۱۹- الدر المختار مع رد المحتار، ۲۵۶/۵
- ۲۰- ذوالفقار علی، حافظ، دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم، ابو ہریرہ اکیڈمی، اقبال ٹاؤن لاہور، اول ستمبر ۲۰۰۸ء، ص: ۶۶، ۶۷
- ۲۱- ماہنامہ البلاغ، ص: ۱۱۵، ۱۱۶